

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اشارات

کشمیر کی تحریک جہاد: خطرات اور امکانات

پروفیسر خورشید احمد

کشمیر کی تحریک جہاد ایک بڑے نازک اور فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو گئی ہے۔ بھارت کے حکمرانوں، امریکی سیاست کاروں اور خود ہماری قیادت کی طرف سے جس نویعت کے سکنل مل رہے ہیں ان کا تقاضا ہے کہ عالمی رمحانات، سامراجی سیاست کے پیچ و خم اور خود ملکی حالات کی روشنی میں تازہ ترین صورت حال کا جائزہ لیا جائے اور ان خطرات کی نشان دہی کی جائے جو پاکستانی قوم اور جموں و کشمیر کی آزادی کی تحریک کو درپیش ہیں۔ نیز ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے مطلوبہ حکمت عملی کے خدوخال بھی واضح کیے جائیں تاکہ مستقبل کے امکانات سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

مذاکرات، مگر کس قیمت پر: کشمیر کا مسئلہ محض کسی زمین اور علاقے کا جگہ نہیں، یہ پاکستان کی شرگ کی حفاظت اور سوا کروڑ انسانوں کی آزادی، سلامتی اور ان کے نظریاتی اور دینی مستقبل کا سوال ہے۔ جس اصول پر اور جس فارمولے کے تحت ۱۹۷۷ء میں پاکستان اور بھارت انگریزی اقتدار سے آزاد ہوئے ہیں، انہی کا اطلاق ریاست جموں و کشمیر کی مستقل حیثیت پر ہوتا ہے۔ بھارت نے اقوام متحده کی قراردادوں اور خود اپنے قول و قرار کے علی الرغم ریاست کے بڑے حصے پر غاصبانہ قبضہ کیا ہوا ہے اور ۵۳ سال سے مقبوضہ جموں و کشمیر کے مسلمانوں کو ظلم کے شکنجه میں کس کرتعذیب کا نشانہ بنائے ہوئے ہے۔ جموں و کشمیر کے عوام نے، جن کی عظیم اکثریت مسلمان ہے اور پاکستان سے محبت کرنے والی ہے، اس سامراجی قبضے کو ایک لمحے کے لیے بھی قبول نہیں کیا۔ وہ روز اول سے اس کے خلاف سیاسی جدوجہد کر رہے ہیں۔ جولائی ۱۹۷۷ء میں مسلم کانفرنس نے، جو جموں و کشمیر کے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تھی، کھلے بندوں پاکستان سے

الحاق کا اعلان کیا اور جب ڈوگرہ حکمرانوں اور بھارت کی قیادت نے سازش کے ذریعے ان پر فوج کشی کے ذریعے بھارت کا تسلط قائم کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے عملی بغاوت کے ذریعے ریاست کے ایک تہائی حصے کو آزاد کر لیا۔ اقوام متحده کی واضح قراردادوں اور عالمی ادارے کے تحت جنگ بندی اور استصواب کے وعدے کے بعد مراجحت کی تحریک عوامی سیاسی جدوجہد کی شکل میں جاری رہی لیکن جب جبر و ظلم کے نظام نے ایسی صورت پیدا کر دی کہ عملی جہاد کے سوا کوئی چارہ نہ رہا تو ۱۹۸۹ء سے جہاد کا آغاز کیا گیا جواب تک جاری ہے۔ اسی جہاد کا نتیجہ ہے کہ اب بھارت کے حکمران کسی حل کی بات کرنے لگے ہیں، گواپنی روایتی مکاری اور چال بازی کے ساتھ۔ اس پورے زمانے میں عالمی رائے عامہ اور انسانیت کے خمیر کو بیدار کرنے کی کوششیں ہوتی رہیں لیکن مفاد پرستی اور سامراجی عزم نے بڑی طاقتions اور عالمی اداروں کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ دیں اور خمیر پر بے حصی طاری کیے رکھی۔ بھارت کی ۷ لاکھ افواج کے مظالم کو روکنے کے لیے کوئی موثر کارروائی نہ کی گئی۔ پاکستانی قوم اور حکومتوں نے اپنے کشمیری بھائیوں کی جدوجہد میں مقدور بھر ان کا ساتھ دیا اور یہ کشمیری مجاہدین کی قربانیاں اور مسلمانان جموں و کشمیر کے صبر و استقلال کا نتیجہ ہے کہ اب بھارت کو ”رمضان“ اور ”جنگ بندی“ کا احساس ہونے لگا ہے ورنہ نہ رمضان اس سال پہلی مرتبہ آیا ہے اور نہ جہاد کا آغاز سنہ ۲۰۰۰ء میں ہوا ہے اور نہ حریت کا نفر نہ کوئی نئی مخلوق ہے جس کی دریافت (وہ بھی جزوی اور selective) اب ہو رہی ہے!

پاکستانی قوم اور کشمیری مسلمان دل و جان سے امن کے خواہاں ہیں لیکن امن محفوظ حالت جنگ کے نہ ہونے کا نام نہیں۔ امن تو حق و انصاف ہی کی بنیاد پر قائم ہو سکتا ہے۔ اصل مسئلہ جنگ بندی نہیں، ان اسباب اور حالات کو تبدیل کرنا ہے جن سے مجبور ہو کر مسلمانان جموں و کشمیر بھارت کی فوجی یلغار کے خلاف جہاد بستہ ہوئے ہیں۔ بھارت کی دل چسپی صرف جہادی دباؤ سے نجات میں ہے جب کہ جہادی اور عوامی قوتوں کا بدف مسئلہ کشمیر کا منصفانہ حل ہے تاکہ اہل کشمیر اپنے سیاسی مستقبل کا فیصلہ اپنی آزاد مرضی سے بین الاقوامی اہتمام میں منعقد ہونے والے استصواب کے ذریعے اقوام متحده کی قراردادوں کے تحت کر سکیں۔ اس طرح اصل ایشو یہ نہیں کہ مذکرات کا آغاز کیا جائے۔ مذکرات تو پہلے ۵۰ برسوں میں بارہا ہو چکے ہیں اور لا حاصل رہے ہیں۔ مذکرات وہی مشید ہو سکتے ہیں جو اصل مسئلے کے بارے میں ہوں اور اس فرمیم ورک میں ہوں جو مسئلے کے حل پر فتح ہو سکیں۔ پاک بھارت تعلقات کی ۵۰ سالہ تاریخ شاہد ہے کہ بھارت نے جنگ بندی یا مذکرات کا سہارا صرف اسی وقت لیا ہے جب اس پر دباؤ ناقابل برداشت ہوا اور محض اس دباؤ سے نجات کے لیے یہ حریبے استعمال کیے گئے ہیں۔ ۱۹۴۹ء اور ۱۹۶۲ء میں بھارت نے یہی کھیل کھیلا تھا اور اقوام متحده اور

امریکہ اور برطانیہ نے اسے وہ چھتری فراہم کی جس کے تحت اس نے پناہ لی۔ تاشقند اور شملہ کے معاهدات میں مذکرات کے راستے مسئلہ کشمیر کے حل کا وعدہ کیا گیا مگر ۲۸ سال ماضی طفل تسلیوں میں گنوادیے گئے اور کوئی نتیجہ خیز بات چیت واقع نہ ہو سکی۔ ان سارے تجربات کی روشنی میں اگر کسی قبل عمل نظام کارکے بغیر ماضی امریکہ کے اثر و رسوخ یا بھارت کے وعدوں کی بنیاد پر جہادی دباؤ کو ختم یا کم کیا گیا تو متاخر ماضی سے مختلف نہیں ہو سکتے۔ اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ حالات کا صحیح تجھ جائزہ لیا جائے اور اپنے اور دنیا کے دوسرا تجربات کی روشنی میں موثر حکمت عملی اپنائی جائے۔

تشویش کرے پہلو: مسئلہ کشمیر کے موجودہ مرحلے اور آیندہ کے خطرات اور امکانات کی تفہیم کے لیے سب سے پہلے بنیادی حقائق کو ذہن میں تازہ کرنا ضروری ہے۔

اول: اصل مسئلہ جموں و کشمیر کی ریاست کے مستقبل اور مستقبل حیثیت کا ہے۔ بھارت کی ”اٹوٹ انگ“ کی رٹ کے باوجود اصل حقیقت بھی ہے کہ جموں و کشمیر ایک متنازع علاقہ ہے جسے اقوام متحدة، یورپین یونین، اور آئی سی سب نے متنازع تسلیم کیا ہے، خود بھارت نے ماضی میں قومی طلب مانا ہے اور سب سے بڑھ کر جموں و کشمیر کے مسلمانوں نے اپنے خون سے گواہی دے کر اسے متنازع تسلیم کرالیا ہے۔ پھر معاملہ لائن آف کنٹرول اور اسے میں الاقوامی سرحد بنانے کا نہیں بلکہ پوری ریاست جو ایک سیاسی اکائی تھی اور ہے، اسے اپنے مستقبل کو طے کرنے کا موقع فراہم کرنے کا ہے۔ اس طرح اس متنازع کے چار فریق ہیں: بھارت، پاکستان، کشمیری عوام اور اقوام متحدة۔ اقوام متحده کی قراردادیں وہ قانونی، سیاسی اور اخلاقی فریم ورک فراہم کرتی ہیں جس کے ذریعے کشمیری عوام اپنا مستقبل طے کر سکتے ہیں۔ سفریقی مذکرات ضروری ہیں لیکن ان کا مقصد اقوام متحده کی قراردادوں کی تنقید کے لیے مطلوبہ اقدام ہونا چاہیے، کسی نئی بحث کا آغاز یا کسی نئے سامراجی کھیل کی صفحہ بندی نہیں۔

دوم: ہمیں اچھی طرح یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اگر آج بھارت، اور خصوصیت سے اس کی بیجے پی کی متعصب قیادت کسی درجے میں بات چیت کا عنديہ دے رہی ہے تو اس کی وجہہ دل کی تبدیلی ہے اور نہ دل کی آرزو میں کوئی تغیر۔ یہ ماضی ان معروضی حالات کا نتیجہ ہے جو جہادی جدوجہد کے نتیجے میں رونما ہوئے ہیں اور جن کے تین پہلو ہیں:

۱۔ ۵۳ سال تک جری قبضے اور گذشتہ بارہ سال میں خصوصی طور پر غیر معمولی عسکری قوت کے بے محاب استعمال اور ۷۰، ۸۰، ۹۰، ۱۰۰، ۱۱۰، ۱۲۰، ۱۳۰، ۱۴۰، ۱۵۰، ۱۶۰، ۱۷۰، ۱۸۰، ۱۹۰، ۲۰۰، ۲۱۰، ۲۲۰، ۲۳۰، ۲۴۰، ۲۵۰، ۲۶۰، ۲۷۰، ۲۸۰، ۲۹۰، ۳۰۰، ۳۱۰، ۳۲۰، ۳۳۰، ۳۴۰، ۳۵۰، ۳۶۰، ۳۷۰، ۳۸۰، ۳۹۰، ۴۰۰، ۴۱۰، ۴۲۰، ۴۳۰، ۴۴۰، ۴۵۰، ۴۶۰، ۴۷۰، ۴۸۰، ۴۹۰، ۵۰۰، ۵۱۰، ۵۲۰، ۵۳۰، ۵۴۰، ۵۵۰، ۵۶۰، ۵۷۰، ۵۸۰، ۵۹۰، ۶۰۰، ۶۱۰، ۶۲۰، ۶۳۰، ۶۴۰، ۶۵۰، ۶۶۰، ۶۷۰، ۶۸۰، ۶۹۰، ۷۰۰، ۷۱۰، ۷۲۰، ۷۳۰، ۷۴۰، ۷۵۰، ۷۶۰، ۷۷۰، ۷۸۰، ۷۹۰، ۸۰۰، ۸۱۰، ۸۲۰، ۸۳۰، ۸۴۰، ۸۵۰، ۸۶۰، ۸۷۰، ۸۸۰، ۸۹۰، ۹۰۰، ۹۱۰، ۹۲۰، ۹۳۰، ۹۴۰، ۹۵۰، ۹۶۰، ۹۷۰، ۹۸۰، ۹۹۰، ۱۰۰۰، ۱۰۱۰، ۱۰۲۰، ۱۰۳۰، ۱۰۴۰، ۱۰۵۰، ۱۰۶۰، ۱۰۷۰، ۱۰۸۰، ۱۰۹۰، ۱۱۰۰، ۱۱۱۰، ۱۱۲۰، ۱۱۳۰، ۱۱۴۰، ۱۱۵۰، ۱۱۶۰، ۱۱۷۰، ۱۱۸۰، ۱۱۹۰، ۱۲۰۰، ۱۲۱۰، ۱۲۲۰، ۱۲۳۰، ۱۲۴۰، ۱۲۵۰، ۱۲۶۰، ۱۲۷۰، ۱۲۸۰، ۱۲۹۰، ۱۳۰۰، ۱۳۱۰، ۱۳۲۰، ۱۳۳۰، ۱۳۴۰، ۱۳۵۰، ۱۳۶۰، ۱۳۷۰، ۱۳۸۰، ۱۳۹۰، ۱۴۰۰، ۱۴۱۰، ۱۴۲۰، ۱۴۳۰، ۱۴۴۰، ۱۴۵۰، ۱۴۶۰، ۱۴۷۰، ۱۴۸۰، ۱۴۹۰، ۱۵۰۰، ۱۵۱۰، ۱۵۲۰، ۱۵۳۰، ۱۵۴۰، ۱۵۵۰، ۱۵۶۰، ۱۵۷۰، ۱۵۸۰، ۱۵۹۰، ۱۶۰۰، ۱۶۱۰، ۱۶۲۰، ۱۶۳۰، ۱۶۴۰، ۱۶۵۰، ۱۶۶۰، ۱۶۷۰، ۱۶۸۰، ۱۶۹۰، ۱۷۰۰، ۱۷۱۰، ۱۷۲۰، ۱۷۳۰، ۱۷۴۰، ۱۷۵۰، ۱۷۶۰، ۱۷۷۰، ۱۷۸۰، ۱۷۹۰، ۱۸۰۰، ۱۸۱۰، ۱۸۲۰، ۱۸۳۰، ۱۸۴۰، ۱۸۵۰، ۱۸۶۰، ۱۸۷۰، ۱۸۸۰، ۱۸۹۰، ۱۹۰۰، ۱۹۱۰، ۱۹۲۰، ۱۹۳۰، ۱۹۴۰، ۱۹۵۰، ۱۹۶۰، ۱۹۷۰، ۱۹۸۰، ۱۹۹۰، ۲۰۰۰، ۲۰۱۰، ۲۰۲۰، ۲۰۳۰، ۲۰۴۰، ۲۰۵۰، ۲۰۶۰، ۲۰۷۰، ۲۰۸۰، ۲۰۹۰، ۲۱۰۰، ۲۱۱۰، ۲۱۲۰، ۲۱۳۰، ۲۱۴۰، ۲۱۵۰، ۲۱۶۰، ۲۱۷۰، ۲۱۸۰، ۲۱۹۰، ۲۲۰۰، ۲۲۱۰، ۲۲۲۰، ۲۲۳۰، ۲۲۴۰، ۲۲۵۰، ۲۲۶۰، ۲۲۷۰، ۲۲۸۰، ۲۲۹۰، ۲۳۰۰، ۲۳۱۰، ۲۳۲۰، ۲۳۳۰، ۲۳۴۰، ۲۳۵۰، ۲۳۶۰، ۲۳۷۰، ۲۳۸۰، ۲۳۹۰، ۲۴۰۰، ۲۴۱۰، ۲۴۲۰، ۲۴۳۰، ۲۴۴۰، ۲۴۵۰، ۲۴۶۰، ۲۴۷۰، ۲۴۸۰، ۲۴۹۰، ۲۵۰۰، ۲۵۱۰، ۲۵۲۰، ۲۵۳۰، ۲۵۴۰، ۲۵۵۰، ۲۵۶۰، ۲۵۷۰، ۲۵۸۰، ۲۵۹۰، ۲۶۰۰، ۲۶۱۰، ۲۶۲۰، ۲۶۳۰، ۲۶۴۰، ۲۶۵۰، ۲۶۶۰، ۲۶۷۰، ۲۶۸۰، ۲۶۹۰، ۲۷۰۰، ۲۷۱۰، ۲۷۲۰، ۲۷۳۰، ۲۷۴۰، ۲۷۵۰، ۲۷۶۰، ۲۷۷۰، ۲۷۸۰، ۲۷۹۰، ۲۸۰۰، ۲۸۱۰، ۲۸۲۰، ۲۸۳۰، ۲۸۴۰، ۲۸۵۰، ۲۸۶۰، ۲۸۷۰، ۲۸۸۰، ۲۸۹۰، ۲۹۰۰، ۲۹۱۰، ۲۹۲۰، ۲۹۳۰، ۲۹۴۰، ۲۹۵۰، ۲۹۶۰، ۲۹۷۰، ۲۹۸۰، ۲۹۹۰، ۳۰۰۰، ۳۰۱۰، ۳۰۲۰، ۳۰۳۰، ۳۰۴۰، ۳۰۵۰، ۳۰۶۰، ۳۰۷۰، ۳۰۸۰، ۳۰۹۰، ۳۱۰۰، ۳۱۱۰، ۳۱۲۰، ۳۱۳۰، ۳۱۴۰، ۳۱۵۰، ۳۱۶۰، ۳۱۷۰، ۳۱۸۰، ۳۱۹۰، ۳۲۰۰، ۳۲۱۰، ۳۲۲۰، ۳۲۳۰، ۳۲۴۰، ۳۲۵۰، ۳۲۶۰، ۳۲۷۰، ۳۲۸۰، ۳۲۹۰، ۳۳۰۰، ۳۳۱۰، ۳۳۲۰، ۳۳۳۰، ۳۳۴۰، ۳۳۵۰، ۳۳۶۰، ۳۳۷۰، ۳۳۸۰، ۳۳۹۰، ۳۴۰۰، ۳۴۱۰، ۳۴۲۰، ۳۴۳۰، ۳۴۴۰، ۳۴۵۰، ۳۴۶۰، ۳۴۷۰، ۳۴۸۰، ۳۴۹۰، ۳۵۰۰، ۳۵۱۰، ۳۵۲۰، ۳۵۳۰، ۳۵۴۰، ۳۵۵۰، ۳۵۶۰، ۳۵۷۰، ۳۵۸۰، ۳۵۹۰، ۳۶۰۰، ۳۶۱۰، ۳۶۲۰، ۳۶۳۰، ۳۶۴۰، ۳۶۵۰، ۳۶۶۰، ۳۶۷۰، ۳۶۸۰، ۳۶۹۰، ۳۷۰۰، ۳۷۱۰، ۳۷۲۰، ۳۷۳۰، ۳۷۴۰، ۳۷۵۰، ۳۷۶۰، ۳۷۷۰، ۳۷۸۰، ۳۷۹۰، ۳۸۰۰، ۳۸۱۰، ۳۸۲۰، ۳۸۳۰، ۳۸۴۰، ۳۸۵۰، ۳۸۶۰، ۳۸۷۰، ۳۸۸۰، ۳۸۹۰، ۳۹۰۰، ۳۹۱۰، ۳۹۲۰، ۳۹۳۰، ۳۹۴۰، ۳۹۵۰، ۳۹۶۰، ۳۹۷۰، ۳۹۸۰، ۳۹۹۰، ۴۰۰۰، ۴۰۱۰، ۴۰۲۰، ۴۰۳۰، ۴۰۴۰، ۴۰۵۰، ۴۰۶۰، ۴۰۷۰، ۴۰۸۰، ۴۰۹۰، ۴۱۰۰، ۴۱۱۰، ۴۱۲۰، ۴۱۳۰، ۴۱۴۰، ۴۱۵۰، ۴۱۶۰، ۴۱۷۰، ۴۱۸۰، ۴۱۹۰، ۴۲۰۰، ۴۲۱۰، ۴۲۲۰، ۴۲۳۰، ۴۲۴۰، ۴۲۵۰، ۴۲۶۰، ۴۲۷۰، ۴۲۸۰، ۴۲۹۰، ۴۳۰۰، ۴۳۱۰، ۴۳۲۰، ۴۳۳۰، ۴۳۴۰، ۴۳۵۰، ۴۳۶۰، ۴۳۷۰، ۴۳۸۰، ۴۳۹۰، ۴۴۰۰، ۴۴۱۰، ۴۴۲۰، ۴۴۳۰، ۴۴۴۰، ۴۴۵۰، ۴۴۶۰، ۴۴۷۰، ۴۴۸۰، ۴۴۹۰، ۴۵۰۰، ۴۵۱۰، ۴۵۲۰، ۴۵۳۰، ۴۵۴۰، ۴۵۵۰، ۴۵۶۰، ۴۵۷۰، ۴۵۸۰، ۴۵۹۰، ۴۶۰۰، ۴۶۱۰، ۴۶۲۰، ۴۶۳۰، ۴۶۴۰، ۴۶۵۰، ۴۶۶۰، ۴۶۷۰، ۴۶۸۰، ۴۶۹۰، ۴۷۰۰، ۴۷۱۰، ۴۷۲۰، ۴۷۳۰، ۴۷۴۰، ۴۷۵۰، ۴۷۶۰، ۴۷۷۰، ۴۷۸۰، ۴۷۹۰، ۴۸۰۰، ۴۸۱۰، ۴۸۲۰، ۴۸۳۰، ۴۸۴۰، ۴۸۵۰، ۴۸۶۰، ۴۸۷۰، ۴۸۸۰، ۴۸۹۰، ۴۹۰۰، ۴۹۱۰، ۴۹۲۰، ۴۹۳۰، ۴۹۴۰، ۴۹۵۰، ۴۹۶۰، ۴۹۷۰، ۴۹۸۰، ۴۹۹۰، ۵۰۰۰، ۵۰۱۰، ۵۰۲۰، ۵۰۳۰، ۵۰۴۰، ۵۰۵۰، ۵۰۶۰، ۵۰۷۰، ۵۰۸۰، ۵۰۹۰، ۵۱۰۰، ۵۱۱۰، ۵۱۲۰، ۵۱۳۰، ۵۱۴۰، ۵۱۵۰، ۵۱۶۰، ۵۱۷۰، ۵۱۸۰، ۵۱۹۰، ۵۲۰۰، ۵۲۱۰، ۵۲۲۰، ۵۲۳۰، ۵۲۴۰، ۵۲۵۰، ۵۲۶۰، ۵۲۷۰، ۵۲۸۰، ۵۲۹۰، ۵۳۰۰، ۵۳۱۰، ۵۳۲۰، ۵۳۳۰، ۵۳۴۰، ۵۳۵۰، ۵۳۶۰، ۵۳۷۰، ۵۳۸۰، ۵۳۹۰، ۵۴۰۰، ۵۴۱۰، ۵۴۲۰، ۵۴۳۰، ۵۴۴۰، ۵۴۵۰، ۵۴۶۰، ۵۴۷۰، ۵۴۸۰، ۵۴۹۰، ۵۵۰۰، ۵۵۱۰، ۵۵۲۰، ۵۵۳۰، ۵۵۴۰، ۵۵۵۰، ۵۵۶۰، ۵۵۷۰، ۵۵۸۰، ۵۵۹۰، ۵۶۰۰، ۵۶۱۰، ۵۶۲۰، ۵۶۳۰، ۵۶۴۰، ۵۶۵۰، ۵۶۶۰، ۵۶۷۰، ۵۶۸۰، ۵۶۹۰، ۵۷۰۰، ۵۷۱۰، ۵۷۲۰، ۵۷۳۰، ۵۷۴۰، ۵۷۵۰، ۵۷۶۰، ۵۷۷۰، ۵۷۸۰، ۵۷۹۰، ۵۸۰۰، ۵۸۱۰، ۵۸۲۰، ۵۸۳۰، ۵۸۴۰، ۵۸۵۰، ۵۸۶۰، ۵۸۷۰، ۵۸۸۰، ۵۸۹۰، ۵۹۰۰، ۵۹۱۰، ۵۹۲۰، ۵۹۳۰، ۵۹۴۰، ۵۹۵۰، ۵۹۶۰، ۵۹۷۰، ۵۹۸۰، ۵۹۹۰، ۶۰۰۰، ۶۰۱۰، ۶۰۲۰، ۶۰۳۰، ۶۰۴۰، ۶۰۵۰، ۶۰۶۰، ۶۰۷۰، ۶۰۸۰، ۶۰۹۰، ۶۱۰۰، ۶۱۱۰، ۶۱۲۰، ۶۱۳۰، ۶۱۴۰، ۶۱۵۰، ۶۱۶۰، ۶۱۷۰، ۶۱۸۰، ۶۱۹۰، ۶۲۰۰، ۶۲۱۰، ۶۲۲۰، ۶۲۳۰، ۶۲۴۰، ۶۲۵۰، ۶۲۶۰، ۶۲۷۰، ۶۲۸۰، ۶۲۹۰، ۶۳۰۰، ۶۳۱۰، ۶۳۲۰، ۶۳۳۰، ۶۳۴۰، ۶۳۵۰، ۶۳۶۰، ۶۳۷۰، ۶۳۸۰، ۶۳۹۰، ۶۴۰۰، ۶۴۱۰، ۶۴۲۰، ۶۴۳۰، ۶۴۴۰، ۶۴۵۰، ۶۴۶۰، ۶۴۷۰، ۶۴۸۰، ۶۴۹۰، ۶۵۰۰، ۶۵۱۰، ۶۵۲۰، ۶۵۳۰، ۶۵۴۰، ۶۵۵۰، ۶۵۶۰، ۶۵۷۰، ۶۵۸۰، ۶۵۹۰، ۶۶۰۰، ۶۶۱۰، ۶۶۲۰، ۶۶۳۰، ۶۶۴۰، ۶۶۵۰، ۶۶۶۰، ۶۶۷۰، ۶۶۸۰، ۶۶۹۰، ۶۷۰۰، ۶۷۱۰، ۶۷۲۰، ۶۷۳۰، ۶۷۴۰، ۶۷۵۰، ۶۷۶۰، ۶۷۷۰، ۶۷۸۰، ۶۷۹۰، ۶۸۰۰، ۶۸۱۰، ۶۸۲۰، ۶۸۳۰، ۶۸۴۰، ۶۸۵۰، ۶۸۶۰، ۶۸۷۰، ۶۸۸۰، ۶۸۹۰، ۶۹۰۰، ۶۹۱۰، ۶۹۲۰، ۶۹۳۰، ۶۹۴۰، ۶۹۵۰، ۶۹۶۰، ۶۹۷۰، ۶۹۸۰، ۶۹۹۰، ۷۰۰۰، ۷۰۱۰، ۷۰۲۰، ۷۰۳۰، ۷۰۴۰، ۷۰۵۰، ۷۰۶۰، ۷۰۷۰، ۷۰۸۰، ۷۰۹۰، ۷۱۰۰، ۷۱۱۰، ۷۱۲۰، ۷۱۳۰، ۷۱۴۰، ۷۱۵۰، ۷۱۶۰، ۷۱۷۰، ۷۱۸۰، ۷۱۹۰، ۷۲۰۰، ۷۲۱۰، ۷۲۲۰، ۷۲۳۰، ۷۲۴۰، ۷۲۵۰، ۷۲۶۰، ۷۲۷۰، ۷۲۸۰، ۷۲۹۰، ۷۳۰۰، ۷۳۱۰، ۷۳۲۰، ۷۳۳۰، ۷۳۴۰، ۷۳۵۰، ۷۳۶۰، ۷۳۷۰، ۷۳۸۰، ۷۳۹۰، ۷۴۰۰، ۷۴۱۰، ۷۴۲۰، ۷۴۳۰، ۷۴۴۰، ۷۴۵۰، ۷۴۶۰، ۷۴۷۰، ۷۴۸۰، ۷۴۹۰، ۷۵۰۰، ۷۵۱۰، ۷۵۲۰، ۷۵۳۰، ۷۵۴۰، ۷۵۵۰، ۷۵۶۰، ۷۵۷۰، ۷۵۸۰، ۷۵۹۰، ۷۶۰۰، ۷۶۱۰، ۷۶۲۰، ۷۶۳۰، ۷۶۴۰، ۷۶۵۰، ۷۶۶۰، ۷۶۷۰، ۷۶۸۰، ۷۶۹۰، ۷۷۰۰، ۷۷۱۰، ۷۷۲۰، ۷۷۳۰، ۷۷۴۰، ۷۷۵۰، ۷۷۶۰، ۷۷۷۰، ۷۷۸۰، ۷۷۹۰، ۷۸۰۰، ۷۸۱۰، ۷۸۲۰، ۷۸۳۰، ۷۸۴۰، ۷۸۵۰، ۷۸۶۰، ۷۸۷۰، ۷۸۸۰، ۷۸۹۰، ۷۹۰۰، ۷۹۱۰، ۷۹۲۰، ۷۹۳۰، ۷۹۴۰، ۷۹۵۰، ۷۹۶۰، ۷۹۷۰، ۷۹۸۰، ۷۹۹۰، ۸۰۰۰، ۸۰۱۰، ۸۰۲۰، ۸۰۳۰، ۸۰۴۰، ۸۰۵۰، ۸۰۶۰، ۸۰۷۰، ۸۰۸۰، ۸۰۹۰، ۸۱۰۰، ۸۱۱۰، ۸۱۲۰، ۸۱۳۰، ۸۱۴۰، ۸۱۵۰، ۸۱۶۰، ۸۱۷۰، ۸۱۸۰، ۸۱۹۰، ۸۲۰۰، ۸۲۱۰، ۸۲۲۰، ۸۲۳۰، ۸۲۴۰، ۸۲۵۰، ۸۲۶۰، ۸۲۷۰، ۸۲۸۰، ۸۲۹۰، ۸۳۰۰، ۸۳۱۰، ۸۳۲۰، ۸۳۳۰، ۸۳۴۰، ۸۳۵۰، ۸۳۶۰، ۸۳۷۰، ۸۳۸۰، ۸۳۹۰، ۸۴۰۰، ۸۴۱۰، ۸۴۲۰، ۸۴۳۰، ۸۴۴۰، ۸۴۵۰، ۸۴۶۰، ۸۴۷۰، ۸۴۸۰، ۸۴۹۰، ۸۵۰۰، ۸۵۱۰، ۸۵۲۰، ۸۵۳۰، ۸۵۴۰، ۸۵۵۰، ۸۵۶۰، ۸۵۷۰، ۸۵۸۰، ۸۵۹۰، ۸۶۰۰، ۸۶۱۰، ۸۶۲۰، ۸۶۳۰، ۸۶۴۰، ۸۶۵۰، ۸۶۶۰، ۸۶۷۰، ۸۶۸۰، ۸۶۹۰، ۸۷۰۰، ۸۷۱۰، ۸۷۲۰، ۸۷۳۰، ۸۷۴۰، ۸۷۵۰، ۸۷۶۰، ۸۷۷۰، ۸۷۸۰، ۸۷۹۰، ۸۸۰۰، ۸۸۱۰، ۸۸۲۰، ۸۸۳۰، ۸۸۴۰، ۸۸۵۰، ۸۸۶۰، ۸۸۷۰، ۸۸۸۰، ۸۸۹۰، ۸۹۰۰، ۸۹۱۰، ۸۹۲۰، ۸۹۳۰، ۸۹۴۰، ۸۹۵۰، ۸۹۶۰، ۸۹۷۰، ۸۹۸۰، ۸۹۹۰، ۹۰۰۰، ۹۰۱۰، ۹۰۲۰، ۹۰۳۰، ۹۰۴۰، ۹۰۵۰، ۹۰۶۰، ۹۰۷۰، ۹۰۸۰، ۹۰۹۰، ۹۱۰۰، ۹۱۱۰، ۹۱۲۰، ۹۱۳۰، ۹۱۴۰، ۹۱۵۰، ۹۱۶۰، ۹۱۷۰، ۹۱۸۰، ۹۱۹۰، ۹۲۰۰، ۹۲۱۰، ۹۲۲۰، ۹۲۳۰، ۹۲۴۰، ۹۲۵۰، ۹۲۶۰، ۹۲۷۰، ۹۲۸۰، ۹۲۹۰، ۹۳۰۰، ۹۳۱۰، ۹۳۲۰، ۹۳۳۰، ۹۳۴۰، ۹۳۵۰، ۹۳۶۰، ۹۳۷۰، ۹۳۸۰، ۹۳۹۰، ۹۴۰۰، ۹۴۱۰، ۹۴۲۰، ۹۴۳۰، ۹۴۴۰، ۹۴۵۰، ۹۴۶۰، ۹۴۷۰، ۹۴۸۰، ۹۴۹۰، ۹۵۰۰، ۹۵۱۰، ۹۵۲۰، ۹۵۳۰، ۹۵۴۰، ۹۵۵۰، ۹۵۶۰، ۹۵۷۰، ۹۵۸۰، ۹۵۹۰، ۹۶۰۰، ۹۶۱۰، ۹۶۲۰، ۹۶۳۰، ۹۶۴۰، ۹۶۵۰، ۹۶۶۰، ۹۶۷۰، ۹۶۸۰، ۹۶۹۰، ۹۷۰۰، ۹۷۱۰، ۹۷۲۰، ۹۷۳۰، ۹۷۴۰، ۹۷۵۰، ۹۷۶۰، ۹۷۷۰، ۹۷۸۰، ۹۷۹۰، ۹۸۰۰، ۹۸۱۰، ۹۸۲۰، ۹۸۳۰، ۹۸۴۰، ۹۸۵۰، ۹۸۶۰، ۹۸۷۰، ۹۸۸۰، ۹۸۹۰، ۹۹۰۰، ۹۹۱۰، ۹۹۲۰، ۹۹۳۰، ۹۹۴۰، ۹۹۵۰، ۹۹۶۰، ۹۹۷۰، ۹۹۸۰، ۹۹۹۰، ۱۰۰۰۰، ۱۰۰۱۰، ۱۰۰۲۰، ۱۰۰۳۰، ۱۰۰۴۰، ۱۰۰۵۰، ۱۰۰۶۰، ۱۰۰۷۰، ۱۰۰۸۰، ۱۰

مسلمان بھارت کے ساتھ کسی صورت میں اور کسی شرط پر بھی رہنے کو تیار نہیں۔ بھارت کے لیے مسئلے کا عکسی حل ممکن نہیں۔ اس کی فوجی قیادت بار بار اس کا بر ملا اعلان کر رہی ہے، اور خود فوج کے بارے میں جو پورٹ میں آ رہی ہیں وہ صاف ظاہر کر رہی ہیں کہ فوج میں بغاوت، اضطراب، نفیاتی دباؤ، بے طینانی روز بروز بڑھ رہی ہے اور ملک میں بھیثیت مجموعی یا احساس بڑھ رہا ہے کہ محض قوت سے کشمیر کو تابو میں نہیں رکھا جا سکتا۔ نیز معاشی اعتبار سے یہ کھلیل روز بروز مہنگا ہوتا جا رہا ہے۔ بھارت کے مشہور ماہنامہ سیمی نارے نے اپنا دسمبر ۲۰۰۰ء کا پورا شمارہ کشمیر میں پائے جانے والے ان زمینی تھائق کے لیے مخصوص کیا ہے۔ دی بندوں بندستان ثانیز اور فرنٹ لائن کے مضامین اس بڑھتے ہوئے احساس کا مظہر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب مختلف سطح پر کوئی نہ کوئی راستہ نکالنے کی باتیں ہو رہی ہیں لیکن صاف اور سیدھا راستہ اختیار کرنے کے بجائے ساری توجہ اس پر ہے کہ کسی طرح جہادی دباؤ ختم ہو جائے اور پھر کوئی ایسا کھلیل کھیلا جاسکے جس کا سیاسی فائدہ بھارت کو ہو اور اہل کشمیر کسی دوسرے جاں میں پھنس جائیں۔ نیز پاکستان کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے۔ یہ صرف جہادی دباؤ اور کشمیر کو بقشے میں رکھنے کی قیمت کا ناقابل برداشت بنتے جانا ہے جو بھارت کو مذکورات کی طرف لا رہا ہے اور مزید لائے گا۔

۲۔ پاکستان کا اس مسئلے کے بارے میں معمبوط اصولی موقف اور بھارت کے ساتھ پاکستان کا کھل کر ایک نیوکلیر قوت بن جانا ہے جس کی وجہ سے بھارت یہ سونپنے پر مجبور ہے کہ جنگ کے دائے کو بڑھا کر وہ اپنے مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتا۔

۳۔ عالمی رائے عامہ کا نیار جہان اس علاقے کو نیوکلیر جنگ کے نظرے سے محفوظ کرنے کے لیے اسے کشمیر کے مسئلے میں دل چسپی پر مجبور کر رہا ہے۔ دنیا کا کشمیر سورہا تھا۔ یہ صرف نیوکلیر استعداد کا اظہار تھا جس نے پی۔۵ اور جی۔۷ اور اسلامی کونسل اور خصوصیت سے امریکہ کو اس مسئلے میں دل چسپی لینے پر مجبور کیا اور جس کا اظہار حال ہی میں امریکہ کے چیئر میں جوانسخت چیف آف اسٹاف جزل ہنزی ہیوگ شیلن نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ: ”ایشیا کے مستقبل کا فیصلہ کشمیر کی اوپنی سرحدوں، ٹوکیو کے اسٹاک ایکچخن کے فلور اور شنگھائی اور ہانگ کانگ کے خصوصی اقتصادی خطوں میں ہوگا۔“ اس احساس کے باوجود کوشش یہ نہیں ہے کہ اصل مسئلے کو اس کے حقیقی تناظر میں دیکھا جائے بلکہ کوشش یہی ہے کہ کوئی ایسا تبادل راستہ نکال لیا جائے جس سے مسئلہ کشمیر کے تحلیل (diffuse) ہو جائے۔ لیکن، ہر حال عالمی دباؤ ایک عامل کی جیشیت سے رونما ہو رہا ہے اور اگر جہادی دباؤ جاری رہتا ہے اور پاکستان کوئی کمزوری نہیں دکھاتا تو یہ عالمی دباؤ بھی لازماً بڑھے گا۔ وقت جہاد کشمیر کی تحریک کے حق میں ہے۔

ان تینوں عوامل کا نتیجہ ہے کہ بھارت، امریکہ اور متعلقہ حلقوں میں کسی نہ کسی حل کی تلاش کی باتیں ہو رہی ہیں اور اس سلسلے میں پاکستان پر روز بروز دباؤ بڑھ رہا ہے جسے خصوصیت سے دووجہ نے تشویش ناک بنا

دیا ہے۔ ایک پاکستان کی معیشت اچھی حالت میں نہیں ہے۔ قرضوں کا بوجھ مہنگائی کا طوفان بے روزگاری کا سیلا ب، بیرونی پابندیوں کی کاث، ان سب کا فائدہ اٹھا کر ورلڈ بنس، آئی ایم ایف اور ایشین ڈولپمنٹ بنس حکومت کو گھیرنے اور کارز کرنے میں مصروف ہیں اور پھر فوجی حکومت اپنی بین الاقوامی تبویلت میں اضافہ کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے۔ دربار کی ٹھوکریں کھائی جا رہی ہیں، مجرموں کو فرار کی راہیں دکھائی جا رہی ہیں، امریکہ کی خوشنودی کے لیے وزیر خارجہ اور وزیر خزانہ میتھنگیں کر رہے ہیں۔ اگرچہ چیف ایگزیکٹو نے کشمیر کے مسئلے پر اصولی موقف پر قائم رہنے کا بار بار اعلان کیا ہے، لیکن اس کے ساتھ بھارت سے مذاکرات کی بھیک مانگنا، امریکہ کو خوش کرنے کے لیے کنٹرول لائن سے فوجوں کی واپسی بھارت کی نامہاد یک طرف جنگ بندی (جب کہ مظالم کا سلسہ جاری ہے) کے اعلان پر restraint (انہائی صبر و تحمل) کا اعلان، ملک میں جہادی تنظیموں کے گرد دائرہ نگ کرنے کی کوشش، بھارت سے تجارت کی پیٹنگیں بڑھانے کی سعی، حریت کا فرنس کو بھارت سے دو طرفہ مذاکرات کی شہہ، وزارت خارجہ کے ترجمان کا حریت کا فرنس کو ایک قسم کے میدیٹیٹ دینے کا اعلان، وزیر خارجہ کے پھیصے اور ڈانواں ڈول بیانات، اعلان لاہور سے نئی واپسی اور بھارت کی طرف سے ٹریک ٹو اور ٹریک تھری ڈپلومیسی کرنے والے سابق فوجیوں، دانش وردوں اور خواتین کی بیگانگی اور خود ہماری طرف سے نیازنا ٹیک اور ڈاکٹرمیسر جیسے حضرات کی بھاگ دوڑ اور مخصوص دانش وردوں اور کالم نگاروں کا "چک" (flexibility) اور "حقیقت پسندی" (realism) کا درس ۔۔۔ یہ سب وہ چیزیں ہیں، جو تشویش میں اضافہ کرتی ہیں اور اصولی موقف کو کمزور کرنے والی ہیں۔

اوسلو مادل: اس پورے تناظر میں اس بات کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جس چیز کو اوسلو عمل (Oslo process) کہا جاتا ہے وہ ہے کیا؟ اور اس کے مسئلہ کشمیر کے لیے کیا مضرات ہیں۔

فلسطین کا مسئلہ بھی کشمیر کے مسئلے کی طرح اقوام متحدة کا عطیہ اور ۵۲ سال پرata ہے۔ کشمیر اور فلسطین دونوں کے سلسلے میں تین بار جنگ کی نوبت آ چکی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ فلسطین کے میدان جنگ میں اسرائیل کو ۱۹۵۶ء اور ۱۹۷۳ء میں مکمل بالادستی اور ۱۹۷۴ء میں جزوی بالادستی رہی جب کہ پاکستان کو ۱۹۷۱ء میں ضرورتگست ہوئی مگر ۱۹۶۵ء اور ۱۹۸۷ء کی جنگی مشقوں اور ۱۹۹۸ء میں نیوکلیر استعداد کے اظہار کے نتیجے میں ہماری اور عربوں کی عسکری کارکردگی (performance) بڑی مختلف رہی ہے اور الحمد للہ پاکستان ایک مستحکم پوزیشن میں ہے جو بھارت کی کسی بھی جاریت کے خلاف ایک دفاعی حصہ ہے۔

کیمپ ڈیوڈ کا عمل ۱۹۷۸ء میں اور اوسلو ۱۹۹۳ء میں شروع ہوا اور ۲۰۰۰ء میں عملاً اس پورے کھیل نے دم توڑ دیا اور بالآخر فلسطینیوں کو اتفاقاً اللائقی کا آغاز کرنا پڑا جس نے ایک بار پھر مسئلہ فلسطین میں ایک نئی روح پھونک دی ہے، اور اسرائیل کے ٹیک اور ہیلی کا پڑنوجوان کے پھروں کے آگے بے بس ہوتے جا

رہے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس عمل کے اہم پہلوؤں کی مختصر وضاحت کردی جائے تاکہ فلسطین کے اس تجربے سے سبق لیا جاسکے جسے کیمپ ڈیوڈ/ اسلو عمل کہا جاتا ہے۔ اس کے اہم نکات یہ ہیں:

۱- مسئلہ فلسطین کے ایک جامع اور ہمہ جتنی حل (comprehensive solution) کے بجائے قدم بقدم (step by step) اور ایک ایک جزو کو الگ لے کر (piecemeal) مرکزی مسئلہ / مسائل کے حل کی طرف مراجعت کی جائے۔ مرکزی مسئلہ اور مستقل حیثیت کو سب سے آخر میں لیا جائے۔ اعتماد قائم کرنے والے اقدام کیے جائیں۔ زمین کے مکملوں کے بدالے امن کی مکملیاں حاصل کی جائیں اور اسی طرح ایک لمبے عرصے میں آہستہ آہستہ کوئی حل نکالا جائے۔

۲- اقوام متحده اور اس کی قراردادوں کو پس پشت رکھا جائے اور مذاکرات کے ذریعے نئے حل تلاش کیے جائیں۔

۳- عالمی اداروں اور دوسری حکومتوں کو باہر رکھا جائے۔ صرف اسرائیلی اور فلسطین مسئلے کا حل نکالیں۔ صرف امریکہ مددگار اور مصالحت کا کردار ادا کرے۔ دوسرے عرب ممالک کو ایک ایک کر کے الگ کر دیا جائے۔ البتہ ان سب ممالک سے اسرائیل کے الگ الگ معاهدے ہوں۔ ان سے اسرائیل کے امن معاهدے ہو جائیں اور اسرائیل کے جواز کو وہ بقول کر لیں۔ سفارتی اور تجارتی تعلقات استوار کیے جائیں اور اس طرح فلسطینیوں اور مسئلہ فلسطین پوری عرب اور اسلامی دنیا سے کاش کر ایک کونے میں لگا کر تھا کر دیا جائے۔ اس طرح فلسطین کے حل میں ان کا کوئی کردار نہ ہو بلکہ مسئلے کو دو فریقی مذاکرات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے جنہیں اسرائیل جس طرح چاہے جوڑ توڑ کر کے اپنے حق میں استعمال کرے۔

۴- فلسطینی ریاست کا قیام بیت المقدس کی حیثیت اور حاکیت اعلیٰ (sovereignty) کے مسائل کو مؤخر کیا جائے اور ساری توجہ محدود بلدیاتی اختیارات، جزوی کشور اور معاشی ترقی و تجارت پر مرکوز کی جائے۔

۵- ”تشدد کا خاتمہ“ کو سب سے زیادہ اہمیت کا مسئلہ بنادیا جائے۔ اس کے لیے فلسطینی اتحاری کی ذمہ داری ہو کر وہ اسرائیل کے تحفظ کی ضامن بنے اور جہادی قوتوں کو قابو میں کرے۔ آزادی کی تحریک کو تشدد (terrorism) قرار دے کر، امن اور اسرائیل کے تحفظ کو سلامتی کی مشترک حکمت (joint security strategy) کے تابع کیا جائے۔

۶- امن کے اس طویل عمل کے دوران اسرائیل کو یہ موقع حاصل رہا کہ عربوں کے علاقوں میں نئی نئی آبادیاں بنالے اور پورے فلسطین کے ۷۸ فیصد پر تو اسے پہلے ہی (یعنی ۱۹۷۸ء سے قبل سے) مکمل قبضہ اور حاکیت حاصل ہے البتہ رہے سہے غزہ کی پٹی اور مغربی کنارے پر مشتمل ۲۲ فیصد میں سے بھی پہلے صرف ۳ فیصد اور پھر آہستہ آہستہ مزید ۷۲ فیصد پر صرف قبضہ (بغير حاکیت) فلسطینیوں کو دیا جائے۔ عملاً اس

وقت بھی مغربی کنارے پر ۲۰۰ فی صد اور غربہ کی پٹی میں ۸۰ فی صد فلسطینیوں کے تحت آیا ہے۔ باقی پر اسرائیل ہی کا قبضہ ہے اور ان علاقوں میں اسرائیلی آبادکاروں (settlers) کی تعداد میں کیمپ ڈیوڈ اور اسلو کے معابدوں کے بعد ۲ لاکھ کا اضافہ ہو چکا ہے۔ نیز تمام مسکوں اور راستوں پر اسرائیل کا قبضہ ہے۔ یہ ہے قدم بقدم حل کی عملی شکل!

۷۔ ہر نئے مرحلے پر فلسطینیوں سے نئی مراعات (concessions) کا مطالبہ۔

۸۔ فلسطینیوں کی اسرائیل پر سیاسی، عسکری اور معاشری متابحی (dependence)۔

۹۔ پہلے آخوندگی سمجھوتے کے لیے ۱۹۹۹ء کی حد طے کی گئی تھی مگر اب آخوندگی مراحل کو زیریمدتیں سے چھ سال کے لیے موخر کرنا اور کیمپ ڈیوڈ کے ۲۲ برس بعد بھی اصل مسئلے یعنی فلسطینی حاکیت، بیت المقدس کی حیثیت اور ۵۰ لاکھ فلسطینی مہاجرین کی واپسی کے حق کے مسئلے کو لٹکائے رکھنا۔

۱۰۔ اس پورے عمل میں نئے نئے تصورات پیش کیے گئے ہیں مثلاً اقتدار بغیر حاکیت اعلیٰ (control) without sovereignty، مشترک حاکیت اعلیٰ (joint sovereignty)، منقسم حاکیت اعلیٰ (divided sovereignty)۔ حالانکہ یہ سب محض خوش نہما الفاظ اور صرف دھوکہ ہیں۔

دوازدھوں کے تجربات کے بعد فلسطینیوں کو اور خود مغربی اقوام کو تسلیم کرنا پڑ رہا ہے کہ یہ تجربہ صرف اسرائیل کے مفاد میں تھا اور عربوں کو شکست اور ہریت کے سوا اس سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ حال ہی میں خود شیروں نے اعلان کیا ہے کہ ”اوسلو ب مردہ ہے“ (Oslo is dead!)۔ چند مغربی تجزیہ نگاروں کی رائے بھی قابل ملاحظہ ہے۔

Robert Fisk (Robert Fisk) لندن کے روزنامہ اندھی پنڈنٹ کا شرق اوسط کا نمائیدہ ہے اور عالمی سیاست کا ایک ماہر شمار ہوتا ہے وہ لکھتا ہے:

یہ سال تھا کہ جھوٹ بالکل واضح ہو گئے۔ امن کا عمل (peace process)، پس قدم (back track)، متنازع (disputed) اور ایک طرح کی حاکیت اعلیٰ (sort of sovereignty) کی اصطلاحیں اتنی ہی بے معنی ثابت ہوئیں جتنا کہ ان کا ضرورت سے زیادہ استعمال امر کی مکمل خارجہ کے سفارت کاروں اور صحافیوں نے کیا۔ اسلو کے معابدوں میں کی نا انصافی، عرب سر زمین پر مسلسل جاری قبضہ، عربوں کو مشرقی یروشلم واپس کرنے سے اسرائیل کا صاف انکار، عرب سر زمین پر یہودی آباد کاری کی پر جو شش توسعے بال آخر اس سب کے خلاف فلسطینی اٹھ کھڑے ہوئے (۲۹ دسمبر ۲۰۰۰ء)۔

ایک عیسائی فلسطینی مصنف اور دانش ور پروفیسر ایڈورڈ سعید (Edward Said) بھی یہ کہنے پر مجبور ہوا: فلسطینیوں کی حیثیت سے ہمارا پہلا فرض یہ ہے کہ اس اوسلو باب کو جتنی تیزی سے ممکن ہوئند کردیں

اور اپنے اصل کام کی طرف لوٹ آئیں جو آزادی کے لیے اسی حکمت عملی اختیار کرنا ہے جو اهداف سے قریب تر اور اپنے طریقہ کار میں واضح ہو۔ جنوبی افریقہ میں نسلی تفریق کو اس لیے شکست ہوئی کہ کالوں کے ساتھ ساتھ گوروں نے بھی اس کے خلاف لڑائی لڑی (روزنامہ 'ڈان'، جنوری ۸، ۲۰۰۰ء)۔

فلسطین کے مسئلے کا حل اوسلو نیں اتفاق ہے۔ دی گارڈین کا شرق اوسط کا نمایہ پوری عرب دنیا کا فیصلہ یوں بیان کرتا ہے:

اس دوسری اتفاق ہے کئی برسوں میں پہلی بار فلسطینیوں کو موقع دیا ہے کہ اسرائیل سے اقدامی کارروائی (initiative) چھین لیں۔ اس طرح اب فلسطین قیادت زیادہ تو انہی ہے اور زیادہ متحمل بھی۔ فلسطین باعوم اور خاص طور پر بعض زیادہ انقلابی نوجوان رہنماء اور نیاد پرست بھی سب حالیہ مہینوں کی قربانیوں کے بعد زیادہ پر عزم ہیں کہ ایسی کوئی چیز قبول نہ کریں جو ایک میل آؤٹ (sell out) سمجھی جائے (دی گارڈین مارچ ۲۹، ۲۰۰۰ء)۔

فلسطین کے بارے میں اسلو کا یہ حرث اور اتفاق ہے کا پرجوش احیا کشیر کی تحریک آزادی کے لیے بھی ایک انتباہ اور جہادی تحریک کے تحفظ اور ترقی کے لیے ایک نشان رہا ہے۔ اسرائیل کے سابق وزیر اعظم یا زک رابین کی بیوی لیہ رابین (Leah Rabin) نے اپنے شوہر کی سوانح (Rabin: Our life, His Legacy) میں صاف الفاظ میں اعتراف کیا ہے کہ رابن نے بھیت کمانڈر ان چیف عرب اتفاق ہے کے خلاف جبر و قوت کا ہر حصہ استعمال کیا لیکن بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ اسرائیل ایک ایسی قوم پر حکمرانی نہیں کر سکتا جو اس کے اقتدار میں رہنے کے لیے تیار ہو اور یہی وہ چیز ہے جس نے اسے فلسطینیوں کے حق خود ارادیت کا قائل کیا۔

تاریخ کا یہی فیصلہ ہے کہ صرف آزادی کے لیے مردھڑ کی بازی لگادینے والے ہی آزادی حاصل کر سکتے ہیں اور اس کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ عربی کا مقولہ ہے: لا يقطع الحديد إلا الحديد۔ یعنی لوہا ہی لوہے کو کاٹتا ہے۔ جہاد ترک کر کے مذاکرات لا حاصل ہوتے ہیں۔ جہاد کمزور کر کے آپ ڈمن کے لیے صرف تر نوالا بن سکتے ہیں۔ ہاں اگر آپ کا عسکری دباؤ موثر ہو اصولی موقف مضبوط ہو، آپ کی صفوں میں اتحاد اور آپ کی فکر میں پختگی ہو تو مذاکرات کی میز پر بھی آپ غالب اور کامیاب رہ سکتے ہیں ورنہ جنگ کے میدانوں میں حاصل کی ہوئی بالادستی امن کے مذاکرات کی میز پر شکست میں بدل سکتی ہے۔

مسئلہ کشمیر میں امریکہ کی بڑھتی ہوئی دل چسپی اور اس کے ساتھ امریکہ کی بھارت سے دوستی اور روز افزول تزویری شراکت (strategic partnership) حتیٰ کہ نیوکلئر تجربے کے بعد عائد ہونے والی پابندیوں میں تخفیف (جب کہ پاکستان پر یہ پابندیاں اور بھی سخت کر دی گئی ہیں) اور بھارت اور اسرائیل

کے تعلقات اور ان کے درمیان معاشری ہی نہیں عسکری اور خفیہ معلومات کے امور میں تیزی سے اضافہ، اہم شخصیات کے دورے اور نام نہاد تشدید کے خلاف تعاون اور مشترکہ حکمت عملی کی تیاری کے پس منظر میں کشمیر پر اسلامی مسلط کرنے کے خطرات بڑھ رہے ہیں۔ تم یہ ہے کہ فلسطینی تو اسلامو دفن کر رہے ہیں اور کچھ کشمیری اور پاکستانی دانش و راول عمل کے پر چارک بن رہے ہیں۔ آج فلسطین کا چپہ چپہ اور اہل فلسطین کا ہر ہر زخم پکار پکار کر کھہ رہا ہے۔

ایک ہم ہیں کہ ہوئے ایسے پیمان کہ بس
ایک وہ ہیں کہ جنہیں چاہ کے ارمان ہوں گے

پس چہ باید کرد: پاکستانی حکومت، قوم اور کشمیری قیادت اگر اس سبق کو سمجھ لے اور بھارت سے اسلام نہیں، جہاد کی قوت کے سامنے تلے اپنے حقوق حاصل کرنے کی بات کرے تو ان شاء اللہ کا میاں ہو گی۔ عرب نیوز کے نمائندے نے سری گلگر کے ایک ۲۱ سالہ نوجوان طالب علم الطاف حسین کا بھارت کی یک طرفہ جنگ بندی پر تبصرہ شائع کیا ہے جو ہماری وزارت خارجہ اور بہت سے دانش و رہوں کی نکتہ سنیوں پر بھاری ہے: بھارتی حکومت کے اقدام کو کشمیری گروپوں نے جس طرح حقارت سے ٹھکرایا ہے، الطاف حسین نے اس کی بڑی تحسین کی ہے: ”ہماری جدوجہد آزادی کو سبوتاڑ کرنے کے لیے بھارتی اقدام کا یہ بہت اچھا توڑ ہے۔ ہمارے لیے تاریخ کا سبق یہ ہے کہ بھارت پر بھروسانہ کریں“ (عرب نیوز، نومبر ۲۳، ۲۰۰۰ء)۔

ہم حکومت، وزارت خارجہ، مجاہد رہنماؤں اور حریت کانفرنس کے قائدین کو یہی مشورہ دیں گے مذاکرات ضرور کریں مگر:

فاسطینیوں کے اسلامی تجربے سے سبق سیکھ کر، ---
جہادی دباؤ کو مطلوب سطح پر برقرار رکھ کر، ---
اپنے اتحاد اور سیاسی قوت کو مجتمع رکھ کر، ---
اپنے اصولی موقف پر مضبوط رہ کر، ---
اپنی قانونی اور سیاسی نیاد سے اخراج کیے بغیر، ---
اپنے عوام کو اعتماد میں لے کر، اور ---
جزوی، قدم بقدم طریقے کے بجائے اصل اور مرکزی مسئلے پر توجہ مرکوز کر کے ---
ایک جامع اور مکمل پیچ پر ---
اور دو فریقی نہیں سہ فریقی مذاکرات کے ذریعے!

ہمیشہ یاد رکھیے:

بے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات
